Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.111, 2018 pp 57 - 66

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد۳۹، اپریل۔جون ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۱

واصفؔ کی نثری تصانیف کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

☆ڈاکٹر زاہد اختر شاہین

Abstract:

This era calls Hazrat Wasif Ali Wasif "A mystic Intellectual". In Urdu literature, specifically in Prose genre and Aphorism ,he introduced unique subjects and adopted rare styles that he is even called"Man of style in creative writing."He set out on journey of prose writing by penning"Mohabbat" published in daily "Nawa-i-Waqt"on 10th April,1984.He continued writing columns/essays having title"Guftgu"in the same newspaper.The columns/essays,were later compiled into books. Wasif Ali Wasif "a trend setter" invented a new modality in Urdu literature by institutionalizing "Wasifi Genre" appeared in a bunch of prose creations specially in essays / columns which were compiled and published into three books,"Dil Darya samundar",Qatra Qatra Qulzam"and "Harf Harf Haqiqat".The three creations were collected into one book named"Wasifyat". "Ocean In A Drop" is the English translated version of "Qatra Qatra Qulzam" had been published earlier.These books have been reviewed and researched critically in this article.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردوواقبالیات، خواجہ فرید گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، رحیم یار خان

اُردو زبان وادب کی تاریخ میں ہمیں بہت سے نامور شاعر اور نثر نگار ملتے ہیں جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے اس کی آبیاری کی۔ غالبؔ اور اقبالؔ نے تو نظم ونثر میں وہ کمال دکھائے کہ الفاظ میں تذکرہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ غالبؔ اور اقبالؔ کے بعد بہت سے شُعرا اور اُدبا آسمانِ ادب پر چمکے۔ اُن میں سے ایک واصف علی واصفؔ ہیں جنہوں نے شاعری بھی کی اور نثر نگاری بھی، اختصاریے بھی لکھے اور کالم/مضامین بھی۔

عہدِ حاضر میں اُن کی پہچان ایک ''صوفی دانش ور'' کی ہے لیکن ادب میں بالخصوص اُردو نثر اور اختصاریہ نویسی میں انہوں نے جن نادر موضوعات اور اچھوتے اسلوب کو متعارف کرایا ہے اُس نے واصفؔ کو ایک ''صوفی دانشور'' کے ساتھ ساتھ ایک ''صاحبِ طرز انشا پرداز'' بھی بنا دیا ہے۔ واصف علی واصفؔ کی مضمون ر کالم نگاری کا آغاز ۱۰/اپریل ۱۹۸۴ء سے ہوا اور ان کا پہلا کالم ''محبت'' کے زیرِ عنوان روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور کے ادبی ایڈیشن میں شائع ہوا۔ یہی کالم رمضمون ''محبت'' واصفؔ کے نثری سفر کا نقطۂ آغاز بنا۔ بعد ازاں ''گفتگو'' کے زیرِ عنوان آپ نے تادمِ مرگ روزنامہ ''نوائے وقت'' میں مضمون رکالم تحریر کیے۔ ان مضامین رکالموں میں واصفؔ نے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے ان عنوانات کو چُنا اور ایسے پیرائے میں بیان کیا جو مضمون رکالم نویسی کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سہیل احمد خاں کے بقول:

> ''واصفؔ صاحب کی مضمون رکالم نگاری سنجیدہ موضوعات پر مبنی تھی جس میں ان کی ذات نمایاں نہیں ہوتی تھی جبکہ دیگر کالم نگار غیر سنجیدہ موضوعات پر لکھتے ہیں اور اپنی ذات کو بہت نمایاں کرتے ہیں۔''(۱)

اردو میں مضمون رکالم نگاری کے فن کو اک نئی جہت عطا کرنے والے، رجحان ساز، واصفی اسلوب کے موجد واصف علی واصفؔ نے مذہبی وروحانی، قومی، سیاسی وسماجی، علمی ونفسیاتی موضوعات پر اس انداز سے خامہ فرسائی کی کہ کوئی دوسرا لکھاری ایسی نثر نہ لکھ سکا۔ فصاحت وبلاغت سے بھرپور، صنائع بدائع سے مزّین، سلاست وروانی اور سنجیدگی سے لبریز واصفی نثر بلاشبہ اُردو ادب میں منفرد وممتاز اہمیت کی حامل ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں واصف علی واصفؔ کے مضامین رکالموں پر مبنی کتب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔ دل دریا سمندر:

''خاموش چہرہ، خاموش لفظ کی طرح، صاحبِ نظر انسان کے سامنے بولتا ہے...... یہ اعجاز ہے چشمِ بینا کا، کہ صاحبِ نگاہ کے لیے شبنم کا پاکیزہ قطرہ ایک مقدس آیت کی طرح ہوتا ہے۔ صاحبِ نظر اس کائنات کو

کتابِ مبین کی طرح دیکھتا ہے...... چشمِ بینا کے لیے یہ کائنات آئینۂ روئے حسن ہے۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ تماشا اور تماشائی ایک ہی شے ہیں۔ تماشا لگانے والا خود تماشائی کے رنگ میں ہے۔ وہ خود ہی ہے، خود آئینہ ہے، خود نظر ہے اور خود ہی خود کے روبرو ہے، صاحبِ نگاہ شاید اُسی کے نور سے دیکھتا ہے۔ اُس کے نور سے دیکھنے والا اُس کے نور کے علاوہ اور کیا دیکھے گا...... اگر چشمِ بینا ملے تو گوشِ مشتاق کا میسر آنا لازم ہے۔ نظر ملے تو دل کیوں نہ ملے...... حسن ابھی پردے میں ہے اور عشق پر لرزہ طاری ہے...... یہی وجہ ہے کہ اہلِ بینش، اہلِ نظر اور اہلِ دل حضرات دنیا میں رہتے ہوئے بھی کسی اور دنیا میں رہتے ہیں اور اِس دنیا میں پرانے چراغوں سے نئی روشنی حاصل کی جاتی ہے...... یہ کتاب کوشش ہے کہ اُس روشنی کا پرتو پیش کیا جائے۔ روشنی تو روشنی ہے کسی کی دسترس میں نہیں۔ نور منور کرتا ہے اور جب آنکھ منور ہو تو دل منور ہے، منور دل کو دریا کہا گیا ہے...... سمندر کا دل دریا ہے اور دریا کا دل سمندر...... حاضر ہیں یہ چند مضامین۔ پرانے چراغ۔ شاید اِن میں نئی روشنی ہو۔ چشمِ بینا آپ کے پاس ہے، آپ کے پاس!!''(۲)

مذکورہ سطور واصف علی واصفؔ کی تحریر کردہ ہیں جو ''آغازِ گفتگو'' کے زیرِ عنوان ''دل دریا سمندر'' میں شائع کی گئی ہیں۔ واصف علی واصفؔ کے کالموں/ مضامین کا یہ پہلا مجموعہ ہے۔ واصف علی واصفؔ کے یہ مضامین/کالم ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ''گفتگو'' کے زیرِ عنوان شائع ہوتے رہے ہیں۔ کاشف پبلی کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام ۱۹۸۷ء میں شائع ہونے والی اِس کتاب کا سرِ ورق محمد حنیف رامے نے بنایا ہے۔ گیارہ سو کی تعداد میں چھپنے والی اس مجلد کتاب کی قیمت ۱۰۰ روپے ہے۔ ضابطۂ کتاب کے بعد صفحۂ انتساب پر یہ عبارت درج ہے:

''مقدّس ایّام کو متنازعہ بنانے والوں کے نام...... بڑے افسوس کے ساتھ......!''

بعدازاں فہرست مندرجات دی گئی ہے۔ کتاب کی پشت پر صاحبِ کتاب کی تصویر بھی ہے۔ ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ''دل دریا سمندر'' میں شامل کالموں/ مضامین کی کل تعداد ۴۶ ہے۔

اس کتاب میں شامل بیشتر مضامین واصف علی واصفؔ نے بول کر لکھوائے تھے جنہیں محمد اکرام چغتائی نے لکھا تھا۔ ۱۹۸۴ء سے روزنامہ ''نوائے وقت'' میں چھپنے والی اِن تحریروں کو کتابی شکل میں لانے کا سبب یہ بات بنی جب قارئین کی ایک بہت بڑی تعداد نے واصف علی واصفؔ سے اُن کی کتب کے حوالے سے استفسار کیا۔ کتاب کی چھپائی کے سلسلے میں اعجاز الحق نے بھرپور اعانت کی۔ اب تک اِس کے متعدد ایڈیشنز شائع ہو چکے ہیں۔

''دل دریا سمندر'' کا آغاز ''محبت'' سے ہوتا ہے جو اُن کا پہلا اخباری کالم/مضمون ہے۔ محبت کا یہ جذبہ واصف علی واصفؔ کی تعلیمات کا بنیادی جُز و ہے جو اُن کی تحریروں میں جا بجا بکھرا پڑا ہے۔ ان کا مضمون/کالم ''صاحبِ حال'' بھی خاصے کی چیز ہے۔ فکرِ اقبالؒ کی جھلکیاں ''دل دریا دسمندر'' میں قدم قدم پر دکھائی دیتی ہیں۔ صوفیانہ فکر اس کتاب کے رَگ و پے میں سمائی ہوئی ہے۔ ''کائنات''، ''وقت''، ''یاد''، ''انتظار''، ''عمل''، ''تنہائی''، ''اضطراب''، ''چہرہ'' وغیرہ کے موضوعات پر واصفؔ نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اِس کتاب میں سماجی، نفسیاتی، جذباتی اور روحانی موضوعات پر منفرد انداز میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ قرآنی تلمیحات، احادیثِ نبویؐ، خوبصورت اشعار اور دل نشین اندازِ تحریر نے ''دل دریا سمندر'' کو ایک ایسی تصنیف بنا دیا ہے جو نا قابلِ فراموش ہے۔ مختلف مضامین سے لیے گئے چند جملے اِس پر دال ہیں:

> ''محبت وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت کا سفر طے کراتی ہے...... محبت زمین پر پاؤں رکھے تو آسمانوں سے آہٹ سنائی دیتی ہے...... محبت کے سامنے ناممکن ومحال کچھ نہیں۔ محبت پھیلے تو پوری کائنات اور سمٹے تو ایک قطرۂ خوں۔'' (۳)
>
> ''زندگی صرف نیوٹن ہی نہیں، زندگی ملٹن بھی ہے۔'' (۴)
>
> ''خود کو محفوظ بنانے کی خواہش غیر محفوظ ہونے کا اعلان ہی تو ہے۔'' (۵)
>
> ''صاحبِ حال بغیر حال کے سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا قال بھی حال ہے اور خاموشی بھی حال...... صاحبِ حال ''نمی دانم'' کے پردے میں دانائی کے چراغ جلاتا ہے...... صاحبِ حال صاحبِ عشق ہوتا ہے۔ صاحبِ وجدان ہوتا ہے...... صاحبِ نسبت ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ صاحبِ نصیب ہوتا ہے۔'' (۶)
>
> ''علم اور عمل کے فرق سے اضطراب پیدا ہوتا ہے۔'' (۷)
>
> ''جوانی اور بڑھاپا عمر کے کسی حصے کا نام نہیں، یہ اندازِ فکر کے نام ہیں۔'' (۸)
>
> ''خوش نصیبی صرف اپنے نصیب پر خوش رہنے کا نام ہے۔ کوشش ترک کرنے کا مقصد نہیں۔ کسی خوش نصیب نے آج تک کوشش ترک نہیں کی لیکن یہ کوشش با مقصد ہونی چاہیے۔'' (۹)
>
> ''ہر وہ عمل جو برداشت کرنا پڑے صبر کے ذیل میں آتا ہے...... بے بسی کے آغاز سے صبر کا آغاز ہوتا ہے۔'' (۱۰)

۲۔ قطرہ قطرہ قلزم:

''کسی شے کو چھوٹا سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے یا دور سے دیکھا جائے یا غرور سے دیکھا جائے، ورنہ اگر اسے قریب سے دیکھا جائے، عزت سے دیکھا جائے تو وہی شے اپنے اندر اِک جہان رکھتی ہے......خیال ایک وسیع قلزم ہے، صاحبِ خیال کی تخلیقات قطروں کی طرح ہے......قطرہ قطرہ تقسیم ہونے کے بعد بھی قلزم تو قلزم ہی رہتا ہے......اس کی وسعتوں کو کچھ فرق نہیں پڑتا......خیال بیان ہو کر بھی بیان نہیں ہوتا......سمندر سے دس دریا نکال دیے جائیں تو بھی وہ جوں کا توں ہے......اور اگر اس میں دس دریا شامل کر دیے جائیں تو بھی وہ جوں کا توں ہی رہتا ہے۔ یہ صرف احساس کی بات ہے......تسلیم کی بات ہے......ورنہ کہاں قطرہ اور کہاں قلزم......قطرے کا وجود عطائے قلزم ہے اور قلزم کا وجود ماورائے قطرہ ہے......قطرہ، اپنی ہستی اور اپنی ہستی کی بے مائیگی کے علاوہ قلزم کو کیا پیش کر سکتا ہے......پس اپنی تخلیق......اپنے خالق کے نام!''(۱۱)

''گر قبول افتد'' کے زیرِ عنوان چھپنے والی مذکورہ بالا سطور ''قطرہ قطرہ قلزم'' سے ماخوذ ہیں جو واصف علی واصف کے مضامین/ کالموں کا دوسرا مجموعہ ہے۔ ۱۹۸۹ء میں کاشف پبلی کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی اِس کتاب کا سرِ ورق محمد حنیف رامے نے بنایا ہے جب کہ سرِ ورق پر کتاب کا نام پاکستان ٹیلی ویژن کے مشہور خطاط غلام رسول اختر کا لکھا ہوا ہے (۱۲)۔ ضابطۂ کتاب کے بعد صفحۂ انتساب اِس عبارت سے سجا ہے:

اُس کے نام......
جس کے سب نام ہیں......
جسے کسی نام کے بغیر بھی......
پکارا جا سکتا ہے......
یاد کیا جا سکتا ہے!!''

اِس کے بعد فہرست مندرجات دی گئی ہے۔ اس مجلد کتاب کی قیمت ۱۶۰ روپے ہے۔ کتاب کی پشت پر صاحبِ کتاب کی تصویر دی گئی ہے۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ''قطرہ قطرہ قلزم'' میں کل ۳۹ مضامینِ واصف دیے گئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں ''زندگی'' کے عنوان پر واصف علی واصف نے اپنے مخصوص انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ اس کے بعد توبہ، موتی، محبوب، رفعتِ خیال، خاموشی، پریشانی اور مجبوری وغیرہ کے بارے

میں بھرپور روشنی ڈالی ہے۔حسبِ روایت ''قطرہ قطرہ قلزم'' میں بھی فکرِ اقبالؒ کی چھاپ واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔کتاب میں شامل ''گمانوں کا لشکر''، ''یقین کا ثبات''، ''پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں''، ''گردش تیز ہے ساقی''، ''لب پہ آ سکتا نہیں''، ''یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر'' جیسے مضامین اِس بات کا بیّن ثبوت ہیں۔کتاب میں ''تقربِ الٰہی'' کے ایک ہی عنوان سے دو مضامین شامل ہیں لیکن دونوں کا مواد مختلف ہے۔یہ کتاب ''کرن کرن سورج'' اور ''دل دریا سمندر'' کا تسلسل ہے۔مخصوص واصفی فکر و اسلوب جو مذکورہ دونوں کتب کا خاصہ ہے، اس کتاب میں بھی موجود ہے۔نوع بہ نوع موضوعات پر مشتمل ''قطرہ قطرہ قلزم'' ہر ذوق کے قاری کی تسکین کا بہترین ذریعہ ہے۔زبان و بیان کی ندرت کا خصوصی خیال رکھنے کے علاوہ رعایتِ لفظی کا استعمال پڑھنے والے کو بے ساختہ داد دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔عام انسانوں کے علاوہ پاکستان کو درپیش مسائل کی نشاندہی اس خوبی سے کی گئی ہے کہ الفاظ میں تذکرہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔مثلاً پاکستان کے حوالے سے علامتی انداز میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے واصف علی واصفؔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''تاریخِ ہند میں ایک کبوتر کے بعد دوسرے کبوتر کا اُڑنا حسنِ معصوم کی ادائے دل فریب کے طور پر آج بھی تاریخ کے طالب علموں کے لیے لطف کا باعث ہے۔کچھ لوگ کبوتر کے اڑنے کو علامت کے طور پر ہی لیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں چلو ایک کبوتر تو اُڑا، سو اُڑا۔خدا کے لیے دوسرا کبوتر ہاتھ سے نہ چھوڑ دینا۔ورنہ تاریخ ختم ہو جائے گی...... ہمارے ہاں بھی بڑی معمولی باتیں ہو رہی ہیں بس اِن کا غیر معمولی نتیجہ سمجھنے والا ہی کوئی نہیں۔اسلام کے نفاذ میں معمولی سی تاخیر جمہوریت کے معمولی سے قافلے، معمولی سی بداعتمادیاں اور معمولی سی غفلتیں، افغانستان کے معمولی سے جہازوں کا معمول، قوم کے اندر معمولی سا انتشار...... اور ایک معمولی سا تغافل...... کہیں کسی غیر معمولی واقعے کی نشاندہی نہ ہو۔دوسرا کبوتر اُڑانے کی تاریخ نہ دہرائی جائے۔معمولی باتوں کو معمولی نہ سمجھا جائے!!'' (۱۳)

''قطرہ قطرہ قلزم'' میں موضوعات کی تکرار بھی موجود ہے بعض مضامین اور جملے جو ''کرن کرن سورج'' اور ''دل دریا سمندر'' میں پائے جاتے ہیں اس کتاب میں دہرائے گئے ہیں۔فنی اور فکری طور پر واصف علی واصفؔ کی کتب میں ایک ہی شعور کی رو مجزن ہے اور تحریر و تقریر کا انداز یکساں ہے۔(۱۴)

۳۔اوشن اِن اے ڈراپ(Ocean In A Drop):

یہ کتاب واصف علی واصفؔ کی تصنیف ''قطرہ قطرہ قلزم'' کا انگریزی ترجمہ ہے جو معروف مترجم محمد سلیم الرحمٰن نے کیا ہے(۱۵)۔ترتیب وتدوین ڈاکٹر مخدوم محمد حسین نے کی ہے۔کتاب کا سرِ ورق نوید اکرم بھٹی کی تخلیق ہے۔کاشف پبلی کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی اِس مجلد کتاب کی قیمت ۲۶۰ روپے (US $10.00) ہے۔کتاب کی پشت،شلوار قمیض اور واسکٹ میں ملبوس واصف علی واصفؔ کی خوبصورت تصویر سے مزّین ہے۔کتاب کے آخری صفحے پر''دی بیمنگ سول'' سے منتخب شدہ چھ اقوالِ واصفؔ دیے گئے ہیں۔۳۱۸ صفحات پر محیط اس کتاب میں بھی ۳۹ مضامین/ کالم چھپے ہیں۔خوبصورت اور دیدہ زیب طباعت،دل نشیں اسلوب(Ocean In A Drop) کا خاصہ ہے۔

۴۔حرف حرف حقیقت:

''پیغمبر کی بات،باتوں کی پیغمبر ہوتی ہے۔''(واصفؔ)

یہ دل نشیں جملہ''حرف حرف حقیقت'' کے ابتدائی صفحے پہ درج ہے۔واصف علی واصفؒ کے مضامین/ کالموں کا یہ تیسرا مجموعہ ہے جو اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا۔کاشف پبلی کیشنز لاہور کے زیرِ اہتمام گیارہ سو کی تعداد میں چھپنے والی اِس کتاب کا سرِ ورق محمد حنیف رامے کی تخلیق ہے۔ضابطہ کتاب کے بعد محمد اکرام چغتائی کا تحریر کردہ تعارفی مضمون''حرفے چند'' کے زیرِ عنوان شائع کیا گیا ہے جس میں وہ''حرف حرف حقیقت'' کی حقیقت کچھ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''زیرِ نظر مجموعے میں واصف علی واصفؔ کے اُن مضامین کو یکجا کیا گیا ہے جو اُن کے وِصال (۱۸/ جنوری ۱۹۹۳ء) سے قبل تقریباً دو ڈھائی سال کے عرصے میں اشاعت پذیر ہوئے اور حسب سابق روز نامہ''نوائے وقت'' کے صفحات کی زینت بنتے رہے۔لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اِن بصیرت افروز اور ایمان پرور تحریروں سے اکتسابِ فیض کیا اور بڑے ذوق وشوق سے اِن کا مطالعہ کرتے رہے۔اِس کتاب کی طباعت اور تزئین کے تمام مراحل واصف علی واصفؒ کی زندگی ہی میں مکمل ہو گئے تھے لیکن اُن کی علالت کے

باعث طباعتی عمل میں بار بار رکاوٹ پڑتی رہی۔ مقامِ افسوس ہے کہ یہ کتاب صاحبِ کتاب کی زندگی میں طبع نہ ہوسکی اور اب یہ پس مرگ (Posthumous) تصنیف کی حیثیت سے پیش کی جا رہی ہے۔ اس کتاب کا عنوان یعنی ''حرف حرف حقیقت'' واصف علی واصفؒ نے خود ہی تجویز کر دیا تھا۔ اُن کی اِس انداز کی کتب کے سہ لفظی عنوانات جُز اور کُل کے وصل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اِس داستانِ وصل کو خوبصورت علامات کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ صوفیانہ ادب کا محور و مرکز یہی داستان رہی ہے اور دورِ حاضر کے صوفی باصفا، بے مثل درویش اور صاحبِ اسلوب ادیب واصف علی واصفؒ نے بھی اسی روایت کو نئی آب و تاب کے ساتھ آگے بڑھایا ہے۔''(۱۶)

''حرفِ چند'' کے بعد فہرستِ مضامین دی گئی ہے جب کہ صفحۂ انتساب درج ذیل شعر سے مزّین ہے:

ورق ورق میری نظروں میں کائنات کا ہے
کہ دستِ غیب سے لکھی ہوئی کتاب ہوں میں
(واصف علی واصفؒ)

دو سو بہتر صفحات پر مشتمل اِس مجلد کتاب کی قیمت ۲۵۰ روپے ہے۔ کتاب کی پشت پر مصنف کی تصویر چھپی ہے۔ ''حرف حرف حقیقت'' میں کل ۳۷ مضامین/کالم شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں ''الفاظ'' کے عنوان سے واصف علی واصفؒ کے حسین خیالات صفحۂ قرطاس پر پھیلے ہوئے ہیں جب کہ اس کتاب کا آخری مضمون ''آخری خواہش'' کے نام سے چھپا ہے جو واصف علی واصفؒ کی آخری تحریر ہے۔ اِس کتاب کے بعض مضامین پر روزمرہ کالم کا گمان ہوتا ہے جن میں عام طور پر حالاتِ حاضرہ پر خیال آرائی کی جاتی ہے۔ حالاتِ حاضرہ میں سیاسی بدعنوانیاں اور سیاسی نمائندوں کی وفاداریوں کی خرید و فروخت اہم موضوعات ہیں...... دیگر کتب کی طرح اِس کتاب میں پاکستان میں سماجی بدعنوانیوں اور لوٹ مار پر بھرپور طنزیہ بیان ملتا ہے۔ وہ ایک روایتی طنز نگار کی طرح کج روی کی نشان دہی کر کے آگے نہیں بڑھ جاتے بلکہ ایک مصلح کی طرح اس کج روی کی درستی کا طریقہ بھی بتاتے ہیں اور طریقہ وہی ہے جو قرآن اور سنت سے سند پاتا ہے۔(۱۷) ''خلقِ عظیم''، ''رحمت''، ''جھڑکی نہ دو''، ''آنکھیں''، ''رابطہ'' اور ''ضمیر کی آواز'' جیسے مضامین پر مشتمل ''حرف حرف حقیقت'' بھی واصف علی واصفؒ کا دیگر کتب کی طرح ایک شاہکار ہے۔ اس شاہکار کا ایک

اقتباس ملاحظہ کیجئے:

''عجائباتِ دہر میں سب سے بڑا عجوبہ انسانی آنکھ ہے۔ یہ ایک کیمرے کی طرح ہے لیکن اس کی ساخت میں قدرتِ کاملہ نے کمال دکھایا ہے......فنکار، فن کے جلووں میں خود جلوہ گر ہے......آنکھ نہ ہوتی تو کسی رنگ اور کسی روشنی کی کوئی ضرورت و افادیت نہ تھی......مشاہدہ جہاں مشہود کی جلوہ گری کا کمال ہے، وہاں یہ شاہد کے اندازِ نظر کا حسنِ بے مثال بھی ہے۔''(۱۸)

۵۔ واصفیات:

کاشف پبلی کیشنز، لاہور کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۶ء میں منظرِ عام پر آنے والی ''واصفیات'' واصف علی واصفؔ کی تصانیف ''دل دریا سمندر''، ''قطرہ قطرہ قلزم'' اور ''حرف حرف حقیقت'' کا مجموعہ ہے۔ ۲۷۳صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۵۰۰ روپے ہے۔ سرِ ورق رانے علی کا معجزۂ فن ہے۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین کی مرتب کردہ ''واصفیات'' دیدہ زیب طباعت اور اعلیٰ ترین تخلیقی و روحانی مواد پر محیط ہے۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ راقم الحروف کا سہیل احمد خان سے مصاحبہ، چیئر مین شعبہ اُردو، بمقام جی۔سی یونیورسٹی ،لاہور، بتاریخ ۲۸/جنوری ۲۰۰۸ء

۲۔ واصف علی واصف، ''دل دریا سمندر''، کاشف پبلی کیشنز ،لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۸۔۱۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۲

۴۔ ایضاً، ص ۱۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۷

۶۔ ایضاً، ص ۲۲،۲۴

۷۔ ایضاً، ص ۸۴

۸۔ ایضاً، ص ۱۵۴

۹۔ ایضاً، ص ۲۲۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۴۴

۱۱۔ واصف علی واصف، ''قطرہ قطرہ قلزم''، کاشف پبلی کیشنز ،لاہور، جلد ہفتم ، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۷،۱۳،۱۴

۱۲۔ اعجاز الحق، ''فرمائش......سوانح حیات واصف علی واصف''، ص ۱۲۶

۱۳۔ واصف علی واصف، ''قطرہ قطرہ قلزم''، ص ۸۹۔۸۸

۱۴۔ محمد ظہیر بدر، پروفیسر، ''واصف علی واصف......احوال و آثار''، ص ۷۳

۱۵۔ "Publisher's Note" میں سہواً ڈاکٹر سلیم الرحمٰن کا نام بحیثیت مترجم لکھ دیا گیا ہے جو درست نہ ہے۔ یہ کتاب لاہور کے معروف ٹرانسپورٹر شیخ محمد اشرف کے تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

۱۶۔ محمد اکرام چغتائی، ''حرفِ چند'' مشمولہ ''حرف حرف حقیقت''، از: واصف علی واصف، کاشف پبلی کیشنز لاہور، جلد دوم، اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص ۵

۱۷۔ محمد ظہیر بدر، پرفیسر، ''واصف علی واصف۔احوال و آثار''، ص ۷۶

۱۸۔ واصف علی واصف ،''حرف حرف حقیقت''، کاشف پبلی کیشنز ،لاہور ،جلد دوم ، اکتوبر ۱۹۹۵ء، ص ۷۷

Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.111, 2018 pp 67 - 74

مجلۂ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۹، اپریل۔جون ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۱

کشمیر میں فارسی زبان و ادب

☆ڈاکٹر زاہد عزیز ☆☆ڈاکٹر سید علی رضا

Abstract:

Persian introduced as a literary and scholarly language in islamic era of Kashmir. The commercial and natural relations between Kashmir and Central Asia also laid impacts of Persian language on Kashmir. The basis of Persian language and literature established in Kashmir during Shahmeri dynasty after the arrival of Syed Ali Hamadani. Persian had a particular relations with Kashmir. Persian laid great impacts on the literary and scholarly lives of the Kashmiris. Persian remained an official language of Kashmir atleast five hundred years. Kashmir generated the greatest litterateurs of Persian language and literature for the last six hundered years,whose importance can not be decreased.

فارسی کا تعارف کشمیر میں ادبی اور علمی زبان کے طور پر اسلامی عہد کے آغاز سے ہی ہوا مگر وسط ایشیا سے کشمیر کے طبعی، تجارتی اور کسی حد تک سماجی تعلقات کی بدولت یہ خطہ پہلے بھی فارسی اثر کی زد میں رہا۔ کشمیر میں ہندو راجاؤں کی حکومت کی کمزوری سے جو مہم پسند کشمیر آئے اُن میں رنچن شاہ، شاہ میر اور لنکر چک قابل ذکر ہیں۔ یہ مہم پسند اپنے وقت پر کشمیر کے حکمران بنے اور فارسی زبان سے بھی آگاہی رکھتے تھے۔ رنچن شاہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ کشمیریات)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ کشمیریات)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

کے زمانے میں حضرت بلبل شاہ اور مولانا احمد علامہ جیسے عالم کشمیر میں موجود تھے (۱) جو عربی کے علاوہ فارسی سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن کشمیر میں فارسی علم وادب کی بنیادیں شاہ میری سلاطین کے زمانے میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی، ان کے ساتھ بہت سے سادات علماء اور ان کے خاندانوں کے کشمیر آجانے کے بعد مستحکم ہوئیں۔ ان علماء نے تبلیغ کا جو سلسلہ شروع کیا اس کا اثر کشمیر میں فارسی کے فروغ پر مستحسن مرتب ہوا اور رفتہ رفتہ فارسی نے علمی، ادبی اور سماجی زندگی میں ایسا مقام حاصل کیا کہ کشمیر ایران صغیر کہلایا اور فارسی علم وادب کے بڑے ستون یہاں اِستادہ ہوئے۔ شاہ میری خاندان کے مشہور حکمران سلطان شہاب الدین کے عہد میں سید علی ہمدانی کشمیر آئے اور کشمیریوں کو اسلام کی روشنی سے متعارف کروایا۔ حضرت امیر کبیر خود بڑے عالم اور عربی کے علاوہ فارسی کے بھی مصنف تھے۔ فارسی میں ان کے لکھے ہوئے رسالوں کی تعداد بیس بائیس کے لگ بھگ ہے۔ جن میں رسالہ معرفتِ زہد، رسالہ اورادیہ، چہل حدیث، رسالہ ذکریہ، رسالہ کشف الحقایق، رسالہ مکتوبات اور مناجات اہمیت رکھتے ہیں (۲)۔ شاہ میری عہد کے حکمرانوں میں قطب الدین اور زین العابدین فارسی شعر وسخن کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ سلطان سکندر نے عربی اور فارسی کی تعلیم اور دینیات کی تدریس کے لیے کئی مدرسے قائم کیے۔ سلطان زین العابدین کا مدرسہ جونوشہرہ میں وسیع پیمانے پر قائم کیا گیا تھا۔ کشمیر میں فارسی علم وادب کے معیاروں کو بلند کرنے میں بہت معاون ثابت ہوا۔ مولوی کبیر جو سلطان زین العابدین کے اُستاد تھے اور ہرات میں رہ کر تعلیم کی تکمیل کی تھی۔ وہ اسی دار العلوم کے صدر تھے۔ آپ نحو کے عالم بے بدل اور شرحِ مُلا کی تفسیر کے مصنف بھی تھے (۳)۔

مُلا احمد کشمیری سلطان زین العابدین کے دربار کے ملک الشعراء تھے۔ اُنہوں نے سُلطان کے قائم کیے ہوئے دار الترجمہ کے لیے پنڈت کلہن کی سنسکرت زبان میں تحریر کردہ کتاب راج ترنگنی کا فارسی میں ترجمہ بحر الاسمار کے عنوان سے کیا۔ جواب ناپید ہے (۴)۔ سلطان زین العابدین خود بھی فارسی زبان کا عالم تھا۔ اس نے فارسی زبان میں دو کُتب تصنیف کیں۔ ان میں سے ایک تو آتش بازی کی صنف پر مکالمے کی صورت میں تھی۔ دوسری کتاب شکایت تھی جس کا موضوع دُنیا کے بے ثباتی تھا (۵)۔ سلطان زین العابدین نے فارسی زبان کو ترقی دینے کے لیے ایک کام یہ بھی کیا تھا کہ پنڈتوں کے لڑکوں کو وظیفے دے کر مدرسے میں شریک کرواتا تھا اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہیں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کرتا تھا۔

سلطان زین العابدین کے بعد سلطان حسین شاہ کے عہد میں بھی ایران اور ترکستان سے بہت سے